© rasailojaraid.com

شیخ حبیب الرحمٰن بٹالوی

مجید لاہوری اور نمکدان

میکدے میں ادھار ہے اپنا
کس قدر اعتبار ہے اپنا

میرے سامنے اس وقت طنز و مزاح کے لافانی شاعر "مجید لاہوری" کا "نمکدان" پڑا ہے۔ ۱۵ اکتوبر ۱۹۶۹ء کا پرچہ "پہلے سال کا چودھواں شمارہ" ہے یہ پرچہ۔ فیملی سائز کے ۱۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ سرورق پر مشہور آرٹسٹ نجمی کے دو کارٹون ہیں۔ ایک کارٹون میں ایک نمائش دکھائی گئی ہے۔ میاں بیوی وہاں سے گزرتے ہیں نمائش دیکھنے کی خواہش پیدا ہوتی ہے۔ مگر نمائش کے باہر بورڈ آویزاں ہے۔ "آج کا دن عورتوں کیلئے مخصوص ہے" دونوں داخلے کی ترکیب سوچتے ہیں۔ بیوی اپنا برقعہ اتار کر میاں کو پہنا دیتی ہے۔ اس طرح دونوں نمائش میں داخل ہو جاتے ہیں۔

دوسرے کارٹون میں ایک آدمی سائیکل رکشہ چلا رہا ہے۔ اس پر میاں بیوی اور پانچ بچے سوار ہیں سامان بھی لدا ہوا ہے۔ نیچے تحریر ہے "مگر اس کے باوجود ایک بچہ رہ گیا اس کی جگہ بھی نکالنا پڑے گی --- محکمہ انسداد بے رحمی حیوانات مظلوم انسانوں کی مدد نہیں کر سکتا؟"

کارٹون کے نیچے مجید لاہوری کی نظم: "اے میرے گلشیر خان"

بمبئی میں تھا تو کل تک "یوسف بے کارواں"
اب کراچی میں ملی ہے تجھ کو کپڑے کی دکاں
تجھ میں کچھ پیدا نہیں دیرینہ روزی کے نشاں
تو جواں ہے گردش شام و سحر کے درمیاں
اے میرے گل شیر خاں

نظم کے نیچے "مدیر کی جگہ "نمک ساز (مجید لاہوری) اور مدیر مسئول" کی جگہ نمک پاش (رشید بھٹی) تحریر ہے۔ قیمت کی جگہ حق نمک (چار آنے) کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ اس نمکدان کے اداریئے کا عنوان ... عید ... کے بعد

"عید آئی اور گزر گئی پھول کھلے اور مرجھا گئے۔ پھول ہمیشہ نہیں مسکراتے گھڑی دو گھڑی کی مسکراہٹ ہی ان کی زندگی ہے۔ زندگی میں مسرتیں کم ہیں اور اذیتیں زیادہ --- قہقہے تھوڑے ہیں آنسو بہت!

عید کے دن عید گاہ میں بڑے لوگ شامیانے کے نیچے بیٹھے تھے اور "چھوٹے آدمی" وہاں جہاں کہیں انہیں جگہ مل گئی۔ عموی زندگی کا یہ امتیاز کہ ایک "صاحب لوگ" اپنی میم صاحبہ اور دو کتوں کے ساتھ پوری کوٹھی میں دندنا رہا ہے اور دوسرا پورے خاندان کا "ورائٹی شو" لئے فٹ پاتھ پر بیٹھا ہے۔ ہمیں عید گاہ میں بھی نظر آیا۔ اللہ کے دربار میں امتیاز ہماری سمجھ میں تو نہیں آتا۔

کہتے ہیں مہاجرین اور انصار میں لڑائی ہو گئی غلط بالکل غلط! جھوٹ! مہاجرین اور انصار میں کبھی لڑائی نہیں ہو سکتی۔ ان میں کوئی مہاجر ہے نہ انصار! یہ لڑنے والے لٹیرے ہیں وہ اسے لوٹنا چاہتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ اس کے نام پر گھر بھر لے اس کے نام پر زمین حاصل کر لے۔ وہ بل جوتے وہ فصل کاٹے اور یہ سمیٹ کر لے جائے۔ کھائے پیئے مزے اڑائے۔ بڑا زمیندار چاہتا ہے۔ انصار ہو یا مہاجر اپنے مفاد کے لئے متحد ہے تو پھر تم کیوں لڑتے ہو تم بھی متحد ہو جاؤ جاگیردار تم میں پھوٹ ڈلواتے ہیں تمہیں لڑاتے ہیں۔ تم لڑتے رہو گے وہ پھلتے پھولتے رہیں گے تمہاری لڑائی ان کی زندگی ہے۔ تمہارا اتحاد ان کی موت!

"آپ بجا فرماتے ہیں۔ پاکستان غریبوں ... بنا ہے۔ غریبوں کو اپنا ملے نہ ملے۔ روٹی ملے نہ ملے۔ سر چھپانے کے لئے جگہ ملے نہ ملے وہ خوش ہیں۔ وہ خوش رہیں گے۔ وہ آپ کی تجوریاں دیکھیں گے آپ کی بلڈنگیں دیکھیں گے۔ آپ کی کاریں دیکھیں گے۔ آپ کو سلام کریں گے اور ... غریبوں کے لئے اپنی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان آسائشوں کی قربانی کیجئے ساڑھے پنتیس روپے کا مینڈھا قربان کر کے آپ نے اللہ پر احسان کر دیا۔ اور سمجھ رہے ہیں کہ آپ نے قربانی کی۔ یہ قربانی نہیں اللہ کے حکم کی نافرمانی ہے۔

آگے چل کر چند مضامین کے بعد "آنسو گلشن بہار" کی ایک نظم ہے نمک پارے اس کے چند شعر یہاں نقل ہیں۔

پروردگار ایسا دل شیر خوار دے
ڈبوں کے دودھ پر جو مہینوں گزار دے
باجی پکاری ساتھ کے کمرے سے چیخ کر
قیمہ جو بھن چکا ہے تو ہنڈیا اتار دے
اے بے نیاز مجھ کو سکوں دے قرار دے
گر کوفتے نہیں ہیں تو چٹنی اچار دے
بکری کی پوری ٹانگ ملی ہے کہیں سے آج
بلی کو چوری چوری کوئی جا کے تار دے

ایک جگہ "کان نمک" کے عنوان سے مجید لاہوری کے نام خطوط دیئے گئے ہیں۔ خطوط لکھنے والے ہیں سید عطاء اللہ شاہ بخاری، محمد فاضل (ایڈیٹر رہنما راولپنڈی) اعجاز علی نیاز اور خواجہ افتخار الدین

خواجہ افتخار الدین اپنے خط میں رقم طراز ہیں۔

"اڑھائی برس کے بعد سمندر پار سے سرزمین پاک پر آیا جوں ہی ہمارا جہاز ساحل پاک پر آکر لنگر انداز ہوا۔ دل بلیوں اچھلنے لگا اور اپنے خواب کی تعبیر دیکھنے کے لئے بے چین سا ہو گیا۔ دنیا کی سب سے بڑی اسلامی سلطنت کا پایہ تخت اور یہ حال!

یاالٰہی یہ ماجرا کیا ہے؟ جدھر دیکھو بے پردگی نہیں بلکہ "بے باکی" رقص کرتی نظر آتی ہے رنگین تتلیاں اِدھر اُدھر پھدک رہی ہیں۔ فیشن طرازیاں اپنے پورے جوبن پہ ہیں شانوں پر بال بکھرے ہوئے سرخی سے لب لعل اور پوڈر سے گال گلگوں کئے۔ سینہ تان تان کر یوں چل پھر رہی ہیں جیسے شکار خود شکاری کی تلاش میں ہے۔ یہ قوس قزح میں ڈوبی ہوئی ساڑھیاں اور رنگین غرارے بھڑکیلی اور چمکیلی کیفٹس اور گلے میں اٹکائے یہ مہین بلوریں جارجٹ کے دوپٹے آخر کیوں پہنے جا رہے ہیں؟ کیا کراچی پاکستان کا پیرس تو نہیں بن گیا ہے۔ سینماؤں میں ان کی بھرمار اور تفریح گاہوں میں ان ہی کا جمگھٹا ہے۔ ہراسوں اور ہوٹلوں میں ... [illegible]

ہیں۔

یاالٰہی! یہ گھر کی شمعیں رونق محفل کیوں کر بن گئیں۔ یہ سارا آرائش و نمائش کیوں ہے؟ کیا اسلامی تہذیب و تمدن کا یہی تقاضہ ہے۔ جو دختران اسلام پورا کر رہی ہیں؟ کیا یہی وہ آزادی ہے جس کے حصول کے لئے نوجوانوں نے اپنی جانیں تک لٹا دیں کیا یہی وہ آزادی ہے جسے حاصل کرنے کے لئے ہم ہزاروں معصوم بچوں کی جانیں کھو بیٹھے اور لاکھوں جوانوں کا خون دیا۔ لاکھوں عورتوں کا سہاگ اجڑا اور کروڑوں کی جائیداد تباہ ہو گئی۔ کیا ان تمام جاں کاہیوں اور قربانیوں کا ثمرہ یہ ہے جو میں دیکھ رہا ہوں۔ یہ آزادی نہیں بے راہروی ہے کاش کوئی میری ان ماؤں اور بہنوں سے کہے کہ مشرق میں رہ کر مغرب کی جانب نہ دیکھو نسوانیت کی پیشانی پر کلنک کا ٹیکہ نہ بنو۔ "خاتون پاک" کا مثالی کردار اختیار کرو۔

میں نے "نمکدان" کا پورا پرچہ پڑھ ڈالا کہیں کوئی ایسی لچر اور فحش تحریر نظر سے نہیں گزری جیسی تحریریں آج کل کے ایرے غیرے ڈائجسٹوں کی زینت ہیں۔ بلکہ اگر آج کے دور اور اس دور کا مقابلہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے۔ کہ آج سے اکتالیس سال پہلے جو رسائل و اخبارات چھپتے تھے۔ ان کی ظاہری شکل و صورت چاہے ویران ہی کیوں نہ ہو مگر انکی تحریر میں ایسی شگفتگی پائی جاتی تھی کہ جس میں علم و ادب کی تشنگی دور کر پناہ لیتی۔

اور آج کل جو جرائد اور رسائل اشاعت پذیر ہیں۔ وہ صرف منظروں کو متحیر کر سکتے ہیں۔ باقی ... [illegible] علمی ادبی ... کے ... ان میں ... نہیں آتا صرف ... تہذیب کی نمائندگی اور فحاشی و عریانی کا پرچار آج کے اخبارات کا مطمع نظر ہے۔ آج کل کے رسائل و جرائد جنس زدہ عورتوں کی تصویروں کے ہتھکنڈے اور بازاری ادب کی دکانیں سجانے میں مصروف ہیں۔

اور پھر خصوصاً طنز و مزاح کے حوالے سے جو مشرقی اور مقامی رنگ مجید کے نمکدان میں ملتا ہے۔ وہ بالکل طبع زاد ہے اس کی تحریروں میں سو برس بعد بھی کہنگی نہیں ملے گی۔ ہمارے آج کے مزاح میں کتنے ہیں؟ جو نظم و نثر اس مہارت اور روانی سے ... کر سکیں۔ اسلوب نیا ان ایجاد ایزاد غرض

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سب کچھ لونی ہی ٹکسال سے ڈھلا ہوا لگتا ہیں۔ غیر زبانوں کے لٹریچر سے مانگے تانگے کی تکنیک اور مواد سے یکسر بے نیاز ہوں۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ مجید لاہوری کسی انجمن ستائش باہمی کے ممبر نہ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آج ادب و انشاء کے نام نہاد ایوانوں میں ان کا نام سنائی نہیں دیتا۔ ان پر کام کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی جا رہی۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ مجید لاہوری کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں۔

"میں بہت خوش ہوں کہ آپ کا قلم ان خواہشات سے پاک ہے۔ میں دعا کرتا ہوں کہ خدا اسے ترقی دے۔ ہم اسے گھر میں بھی پڑھ لیتے ہیں رہی آپ کی کراچی میں مکان نہ ملنے کی شکایت۔۔۔ تو کراچی والوں نے کوئی ایسا مکان نہیں بنایا جس کے دروازے سے آپ داخل ہو سکیں

• مجید لاہوری مرحوم فربہ جسم کے مالک تھے۔

شورش کاشمیری اپنی "تورتن" میں کہتے ہیں:۔

"احسان دانش کسی شہر کے مشاعرے کا ذکر کر رہے تھے۔ کہ وہاں ترقی پسند نوجوانوں نے شراب میں بہک کر مذہب پر حملے شروع کئے۔ ان کی گستاخیاں حضور کے دامن سیرت تک آ ہی رہی تھیں۔ مجید نے فوراً ٹوک دیا۔ اس وقت وہ شراب میں چور تھا۔ اس نے خبردار کا نعرہ بلند کیا اور اشتعالی شاعر مہر بلب ہو کر رہ گئے۔ احسان صاحب کہتے ہیں کہ اس کے بعد مجید رات بھر روتا رہا اور چیختا رہا۔۔۔ "ان بد زبانوں کی اتنی جسارت ہو گئی ہے کہ حضورؐ پر زبان درازی کریں۔ انہیں معلوم نہیں۔ یہ اسلامی معاشرہ ہے یہاں اسلامی حکومت ہے۔ ہم مسلمان ہیں لاکھ گنہگار سہی۔ شرابی سہی۔ لیکن ہمارے سامنے انہیں ژاژخائی کا حوصلہ کیونکر ہوا؟ ہم قیامت کے دن حضورؐ کو کیا منہ دکھائیں گے؟ ہم عاصیوں کے واحد سہارا وہی ہیں۔ ان کی شفاعت ہی تو ہمارے کام آئے گی ورنہ ہماری بخشش کا سرو سامان ہی کیا ہے؟"

مجید لاہوری ترقی پسند شعراء سے ہمیشہ ہی برگشتہ رہا۔ اس کا بیان تھا کہ اشتمالی شاعروں کی کیمپ میں توحید و رسالت کے لئے احترام نہیں اللہ کو گالی دینا ہو تو مشیت پر طعن کرتے ہیں۔ رسالت کے خلاف کھل کے کہہ نہیں سکتے کہ مسلمانوں کے جذبات کی گرفت سے ڈرتے ہیں لیکن تنہائی میں تعریض کرنے سے نہیں چوکتے کوئی ٹوک دے تو سہم جاتے ہیں۔

اسد ملتانی کہتے ہیں۔

ظاہراً موٹے نظر آئیں مگر ہوں پلپلے
معتبر بننے کی خاطر سو چلائیں سلسلے
کوئی تو ٹھیکہ اڑائے اور کسی کو مل ملے
اور پھر جب اس پر بھی لگائیں نعرہ ہل من مزید
یاد آتا ہے مجید؟

شوکت تھانوی نے مجید لاہوری کو یوں خراج تحسین پیش کیا ہے:۔

مجید اگر کبھی کسی کی ٹوپی اچھالنے پر مجبور ہوا ہے تو بھی یہ کوشش رہی ہے۔ کہ ٹوپی اچھل جائے مگر کھوپڑی باقی رہے اور میرے ساتھ تو کبھی ٹوپی یا کھوپڑی دونوں میں سے کسی کے اچھلنے والا کوئی واقعہ ہی پیش نہ آیا البتہ یہ ہوتا رہا کہ وہ ہاتھ دھو کر کسی کے پیچھے پڑ گیا اور جس کے پیچھے پڑ گیا ہے اس کے ساتھ سلوک یہ ہے کہ "زبردست مارے بھی تو رونے نہ دے" کہ مجھ کو مجید کے اس شکار پر رحم آگیا میں نے مجید کو لکھ دیا کہ یار ختم بھی کرو بہت ہولی۔ چنانچہ اسی وقت مجید نے یہ قصہ ختم کر دیا سوائے ایک مرتبہ کے جب مجید نے میرے اس قسم کے ایک خط کا جواب یہ دیا تھا کہ میں اس قصہ کو ختم کر دیتا مگر اب کے میں نے جو کچھ لکھا ہے۔ وہ اتنا دلچسپ ہے کہ ان صاحب پر میں اپنی اس تحریر کو قربان نہیں کر سکتا۔ یہ مضمون تو چھپ جانے دو اس کے بعد یہ قصہ ختم۔

ڈاکٹر اختر حسین رائے پوری کی رائے میں "مجید لاہوری" ان معدودے چند لوگوں میں سے تھے جو دوسروں پر ہنسنے کے ساتھ خود اپنے آپ پر بھی ہنسنے کی صلاحیت اور استعداد رکھتے تھے۔

اور آخر میں "مجید لاہوری" خود اپنی زبان میں:

میری محفل میں کبھی آ نہ سکے گی دنیا
لاکھ ڈھونڈے گی مجھے پا نہ سکے گی دنیا
میں بہت دور بہت دور چلا جاؤں گا
اس جہاں میں گھر جہاں جا نہ سکے گی دنیا
شوق سے مجھ کو وہ ٹھکرائے مگر میرے بعد
دوسرا مجھ سا کوئی لا نہ سکے گی دنیا

© rasailojaraid.com